نکاح ایک شرعی معاہدہ

ریحانہ فردوس
شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

تلخیصُ المقالہ

اس مقالے میں ہم نے قدرے تفصیل کے ساتھ یہ تحقیق کرنے کی کوشش کی ہے کہ کیا قرآن کے مطابق عقد نکاح کا حق صرف مرد کو حاصل ہے؟ کیا مرد کو نکاح کا حق صرف اس لیے حاصل ہے کہ وہ مال خرچ کرتا ہے؟ کیا واقعی قرآن کی رو سے نکاح کے مسئلے میں عورت مرد کی تابع ہے؟ قرآن نے نکاح کو مرد اور عورت کے درمیان ایک معاہدہ قرار دیا ہے یعنی مرد اور عورت کچھ شرائط اور حدود کا احترام کرتے ہوئے جن کو شریعت نے مقرر کیا ہے ایک ساتھ باہمی ازدواجی زندگی گزاریں گے۔ زیرِ نظر مضمون میں اس بات پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ قرآن کے رو سے عقد نکاح کا حق مرد اور عورت کو یکساں طور پر حاصل ہے نیز قرآن نے عقد نکاح کے تحفظ کی ذمہ داری دونوں پر رکھی ہے اس لیے عورت کی حیثیت، حقوق اور مرتبہ شادی کے بعد کم نہیں ہو جاتا۔ نکاح کے معاملے میں دونوں کی آزادانہ رضامندی ضروری ہے۔ دونوں اللہ کی حدود کے پابند ہوں گے۔ نکاح قرآن کے مطابق چونکہ ایک معاہدہ ہے جو فریقین کے درمیان طے پاتا ہے لہذا یہ یکطرفہ معاملہ نہیں ہو سکتا۔ عورت کو نکاح کا معاہدہ کرنے اور توڑنے کا حق حاصل ہے۔ خدا کا دین اور شریعت صرف مردوں کے لیے نہیں ہے بلکہ اس کا خطاب عام ہے یعنی دونوں مل کر اللہ کے دین کو نافذ کریں اور اس پر عمل کریں گے۔ نکاح جیسے اہم مسئلے میں جس پر خاندان اور معاشرے کی حقیقی بنیاد ہے۔ عورت کی آزادی اور پسند کو نہ مانا جائے اور اس کو مرد کا تابع کر دیا جائے تو اس سے نہ خدا کی حکمت پوری ہو سکتی ہے اور نہ صحیح معنوں میں صحت مند معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔

Abstract

In this study we have tried to conduct a rather detailed research on "does according to Quran only a man has the right to Nikkah? Does the man has the right to Nikkah only because he is the breadwinner? Is woman actually subordinate to man in case of Nikkah according to Quran? Quran has set Nikkah as a contract between a man and a woman according to which the man and the woman will live together having sexual relations while respecting some conditions and limits set by Shari'ah. The topic under review explains that according to Quran man and woman both have equal right to Nikkah and also The Quran puts the responsibility of protecting the Nikkah on both the man and the woman. That is why the status of woman, rights and position do not lessen after her marriage. In the matter of Nikkah independent consent of both parties is a must. Both shall be bound to the limits set by Allah. Since Nikkah, according to Quran is an agreement, which is undertaken by the two parties, hence it cannot be a one-sided matter. The woman has the right to engage in the agreement of Nikkah and to be broken it. The religion of God and Shari'ah is not only for men but it addresses all in general. Both men and women means both shall spread the religion of Allah and act upon it. Denial of women's freedom and rejection of her right to chose neither fulfills Allah's will nor it could establish a healthy society.

نکاح مرد اور عورت کے درمیان ایک مقدس معاہدہ ہے۔ جس کے ذریعہ مرد و عورت کے درمیان جنسی تعلق جائز اور

اولاد کا نسب صحیح ہوتا ہے۔ اور زوجین کے درمیان دیوانی حقوق وفرائض پیدا ہو جاتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں نکاح کو ''حصن'' سے تعبیر کیا ہے جس سے مراد زوجین کی عفت وعصمت کا تحفظ ہے۔ تمام کتب فقہ جیسے ہدایہ اور شرح وقایہ میں نکاح کی تعریف کم وبیش انہی الفاظ میں کی گئی ہے۔ یعنی یہ لکھا ہے کہ نکاح ایک معاہدہ ہے۔ ہند و پاک کی عدالتوں میں بھی نکاح کو ایک مذہبی رسم نہیں بلکہ ایک خالص دیوانی معاہدہ تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک نکاح خالص دیوانی معاہدہ(Civil Contract) نہیں بلکہ ایک مقدس شرعی معاہدہ ہے جیسا کہ تنزیل الرحمٰن نے لکھا ہے کہ نکاح کو خالص دیوانی (Civil) یا عمرانی (Social) معاہدہ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ہدایات پر مبنی حقوق وفرائض اور بہت سی ذمہ داریاں ہیں جو فریقین پر عائد ہو جاتی ہیں۔ اسی لیے فقہاء نے نکاح کو معاملات اور عبادات دونوں میں شمار کیا ہے۔[۱]

جعفر شاہ پھلواروی لکھتے ہیں نکاح کا اصل فریق ولی نہیں بلکہ عورت ہے اور نکاح ایک مقدس شرعی معاہدہ ہے۔ جو مرد وزن کے درمیان ازدواجی زندگی بسر کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ یہ معاہدہ اس وقت درست ہوتا ہے جب دونوں عاقل وبالغ ہوں بلکہ ان میں رشد بھی ہو۔ وہ زندگی کے نشیب وفراز کو سمجھ سکیں اور اپنی پسند سے اپنا شریک زندگی منتخب کر سکیں۔ قرآن مجید نے اسے **میثاقا غلیظا** یعنی پختہ عہد قرار دیا ہے۔[۲]

قرآنِ مجید میں فرمایا گیا ہے کہ **یایھاالذین امنوا اذاتداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ**۔[۳] اے ایمان والو جب تم کسی معیاد معین کے لیے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو(تاکہ کسی جھگڑے کا امکان نہ رہے) آیت کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ معاہدے کے فریقین کو پوری آزادی ہے کہ وہ آپس میں معاہدہ اس طرح کریں کہ دونوں اس پر راضی ہوں۔ دراصل ہر معاہدے کی دو بنیادی شرطیں ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ دونوں فریق معاہدہ کرنے میں بالکل آزاد ہوں اور دوسرے یہ کہ جب معاہدہ ہو تو اس میں جن چیزوں کا تبادلہ ہو ان کی قیمت دونوں فریقوں کی نظر میں برابر ہو، تاکہ کسی ایک فریق کو شکایت نہ ہو، کہ اسے نقصان رہا۔ نکاح سب سے اہم معاہدہ ہے جو انسان اپنی زندگی میں کرتا ہے۔ دنیا کے ہر تمدن ہر مذہب میں اس معاہدہ کو سب سے بڑھ کر اہمیت حاصل ہے۔ اسلام نے بھی اسے یہی اہمیت دی ہے۔ قرآن کی رو سے بھی نکاح ایک مقدس معاہدہ ہے جیسا کہ فرمایا: **واخذن منکم میثاقاغلیظا** ۔ مرد اور عورت کو اس معاہدہ کے کرنے کا حق اور آزادی یکساں طور پر حاصل ہے۔ معاہدہ کرنے کا حق اور مکمل آزادی اس بات کو مستلزم ہے۔ کہ فریقین کو معاہدہ توڑنے کا حق بھی یکساں طور

پر حاصل ہو۔لہٰذا قرآن نے نا چاقی کی صورت میں مرد اور عورت کو حقِ علیحدگی دیا ہے یعنی مرد کو طلاق کی صورت میں اور عورت کو خلع کی صورت میں۔لیکن ہماری فقہ نے مرد کو یہ حق دے دیا کہ تین سیکنڈ میں طلاق کا لفظ تین مرتبہ دہرائے اور عورت کو نکال باہر کرے جب کہ عورت برسوں عدالتوں کے چکر کاٹے جب کہیں ظالم شوہر سے گلوخلاصی حاصل کرے. **ھن لباس لکم و انتم لباس لھن** اور **ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف.** میں جو مساوات کی نعمت قرآن نے عطا کی تھی اس کا یہ کتنا لاجواب مظاہرہ ہے۔[۴]

عورت اور مرد کے حقوق برابر ہیں:

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف.**[۵] اور عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسا کہ دستور کے مطابق مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔اس آیت میں قرآن کریم نے عورتوں اور مردوں کے تعلقات اور ان کے باہمی حقوق اور ذمہ داریوں کے بارے میں ایک واضح اور کھلا ہوا اعلان کیا ہے۔جس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔عورتوں کے حقوق کے سلسلے میں یہ بنیادی آیت ہے خدا کی منشاء اس آیت میں پوری طرح واضح ہے۔اس لیے قرآن میں عورتوں کی حیثیت اور حقوق سے متعلق جو کچھ بھی آیا ہے اور جتنے بھی احکام نازل ہوئے ہیں ان سب کو اسی بنیادی آیت کی روشنی میں دیکھنا چاہیئے۔

عقدِ نکاح کے تحفّظ کی ذمہ داری دونوں پر ہے:

اس آیت کے بعد دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ **فان خفتم الا یقیما حدو داللہ فلاجناح علیھما فیماافتدت بہ ۔**[۶] اگر زن وشوہر کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدوں کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو اگر عورت رہائی پانے کے بدلے میں کچھ دے ڈالے تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ خدا کی حدود کو قائم رکھنا دونوں کا فرض ہے اور یہ کہ دونوں یہ بات دیکھیں کہ آیا وہ یہ حدود قائم رکھ سکتے ہیں یا نہیں یہ بات اس لیے کہی گئی ہے کہ دونوں ایک معاہدہ میں منسلک ہیں جس کی نگرانی اور احترام دونوں پر یکساں فرض ہے۔اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ کہا جاتا کہ اگر مرد اللہ کے حقوق قائم نہیں رکھ سکتا تو وہ اس معاہدہ کو توڑ دے۔لیکن ایسا نہیں کہا گیا بلکہ آیت کے آخر میں کہا گیا کہ **ومن یتعدحدو داللہ فاولئک ھم الظلمون ۔**[۷] اور جو

لوگ اللہ کی مقرر کردہ حدوں سے باہر نکل جائیں گے وہ گنہگار ہوں گے۔

تیسری طلاق کے بعد عورت خود نکاح کر سکتی ہے:

پھر اگلی آیت میں کہا گیا ہے کہ جب مرد عورت کو تیسری طلاق دے دے تو اس کے بعد وہ اس کے نکاح میں دوبارہ نہیں آسکتی ہاں اگر وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لے اور وہ اس کو طلاق دے دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **فان طلقها فلاتحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ.** [8] پھر اگر شوہر دو طلاقوں کے بعد تیسری طلاق دے دے تو اس کے بعد جب تک عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے پہلے شوہر پر حلال نہ ہوگی یہاں واضح الفاظ میں کہا گیا ہے کہ جب تک اپنی مرضی سے عورت دوسرے مرد سے نکاح نہ کر لے۔

امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں کہ **حتی تنکح زوجا غیرہ** میں نکاح کا لفظ ہمارے نزدیک عقدِ نکاح کے معنی میں ہے۔ جن لوگوں نے اسے وطی کے معنی میں لیا ہے انہوں نے ایک غیر ضروری تکلف کیا ہے۔ [9] اسی آیت میں آگے چل کر فرمایا **فان طلقهافلاجناح علیهما ان یتراجعا ان ظنا ان یقیماحدود الله.** [10] ہاں اگر دوسرا خاوند بھی طلاق دے دے اور عورت اور پہلا خاوند پھر ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ وہ دونوں یقین کر لیں وہ اللہ کے حدود کو قائم رکھ سکیں گے۔ آیت کے اس حصے میں کئی باتیں کہی گئیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مرد اور عورت اگر دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو اپنی آزادانہ مرضی سے دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ دوسری یہ کہ یہ کام وہ اس وقت کریں جب انہیں یقین ہو کہ وہ اللہ کی حدود قائم رکھ سکتے ہیں۔ آیت میں دونوں کا ذکر اسی لیے کیا گیا ہے کہ معاہدہ کی پابندی اور احترام دونوں پر لازم ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ نکاح ایک معاہدہ ہے یک طرفہ معاملہ نہیں ہے۔ اسی آیت کے آخری حصے میں فرمایا گیا **وتلک حدود الله یبینها لقوم یعلمون.** [11] اور یہ خدا کی حدود ہیں ان کو وہ ان لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے جو دانش رکھتے ہیں۔ یہاں دانش رکھنے سے مراد یہ نہیں کہ جو لوگ بہت عقلمند اور فلسفی ہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں کہ اگر انہوں نے نکاح کے معاہدے کا پورا احترام نہیں کیا تو انہیں خدا کے سامنے جواب دینا پڑے گا۔

اسی سورۃ میں آگے چل کر فرمایا کہ جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت پوری ہو جائے تو ان کو اس بات سے نہ روکو کہ وہ اپنی پسند سے کسی مرد سے شادی کر لیں چنانچہ فرمایا **فلاتعضلوهن ان ینکحن ازواجهن اذا تراضوا بینهم**

بالمعروف ۔[۱۲] تو ان کو دوسرے شوہروں کے ساتھ جب وہ آپس میں جائز طور پر راضی ہو جائیں نکاح کرنے سے مت روکو۔ اس آیت میں دو باتیں کہی گئیں ہیں۔ایک یہ کہ عورت کو اپنی مرضی سے اور آزادی سے نکاح کرنے کا حق ہے اور دوسرے یہ کہ نکاح کے لیے دونوں کی رضا مندی ضروری ہے۔اور یہی چیز ہر معاہدہ کی بنیاد ہوتی ہے۔لہٰذا آیت سے ثابت ہوا کہ نکاح مرد اور عورت کے درمیان ایک محترم معاہدہ ہے اور یہ کہ عورت کو اپنی پسند کے مطابق اور آزادی کے ساتھ نکاح کرنے کا حق حاصل رہے۔اسی آیت سے احناف یہ استدلال کرتے ہیں کہ عورت کو خود اپنا نکاح کرنے کا حق حاصل ہے۔یعنی آیت میں نکاح کا فعل اولیاء کی طرف منسوب نہیں کیا گیا بلکہ وہ خود عورتوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔حنفیہ کے نزدیک نکاح بھی بیع وشراء کے معاہدوں کی طرح ایک معاہدہ ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ عورت اگر بالغ ہو تو اس کو بیع وشراء کی شریعت میں پوری آزادی ہے۔ نکاح اہم ترین عقد یا معاہدہ ہے۔اس لیے اس کا قیاس بھی عقدِ بیع پر کریں گے اسے پورا اختیار ہے کہ وہ جس مرد سے چاہے اپنا نکاح کرے۔وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قواعد دین کا تقاضا ہے کہ ہر عاقل اور بالغ اپنے تصرفات میں آزاد ہو۔اس میں مرد اور عورت کی تفریق نہیں لہٰذا عورت اپنی پسند اور آزادی سے کسی مرد کے ساتھ نکاح کرنے کا حق رکھتی ہے۔

پھر اس کے بعد ایک اور آیت دیکھیئے۔ایک مسئلہ میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی عورت بیوہ ہو جائے تو جب تک وہ عدت نہ پوری کر لے تو تم اس سے نکاح کی بات چیت نہ کرو اور اس سے کوئی معاہدہ نہ کرو۔فرمایا **و لاتعزموا عقدة النکاح حتی یبلغ الکتب اجله ۔**[۱۳] اور جب تک عدت پوری نہ ہو جائے نکاح کا پختہ ارادہ نہ کرنا۔اس آیت میں معاہدہ کے لیے خاص لفظ عقدہ بیان کیا گیا ہے۔اور عربی زبان اور اسلامی ادب میں یہ لفظ ہر جگہ معاہدہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔چنانچہ جب قرآن نے یہ فرمایا کہ جب تک عورت اپنی عدت پوری نہ کر لے اس وقت تک تم اس سے نکاح کے معاہدے کی بات نہ کرو۔اس سے بالکل ظاہر ہے کہ خدا کے نزدیک نکاح اسی طرح کا ایک معاہدہ ہے جیسے انسانی زندگی میں دوسرے معاہدے ہوتے ہیں لیکن اس معاہدہ کی اہمیت دوسرے معاہدوں سے زیادہ ہے۔کیونکہ اس کا تعلق مرد اور عورت کی پوری زندگی سے ہوتا ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بار بار اس معاہدہ کی پابندی اور حفاظت کا فریضہ دونوں کو یاد دلایا ہے۔اسی سورۃ میں آگے چل کر یہ کہا گیا ہے۔ **وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن وقدفرضتم لھن فریضة فنصف مافرضتم الاان یعفون اویعفوا الذی بیده عقدة النکاح ۔**[۱۴] اور اگر تم عورتوں کو ان کے پاس جانے سے پہلے طلاق دے دو لیکن مہر مقرر کر چکے ہو تو آدھا مہر دینا ہوگا ہاں

اگر عورتیں مہر بخش دیں یا مرد جن کے ہاتھ میں عقدِ نکاح ہے اپنا حق چھوڑ دیں اور پورا مہر دے دیں تو ان کو اختیار ہے۔ پہلی بات تو یہ نوٹ کیجیے کہ اس آیت میں نکاح کے معاہدہ کو عقد کہا گیا ہے **الذی بیدہ عقدۃ النکاح** کے سلسلے میں کچھ وضاحت یہاں ضروری ہے۔ اور وہ یہ کہ عام طور پر مفسرین اور فقہاء نے یہ مراد لیا ہے کہ نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا اسی کو اس گرہ کو کھولنے یعنی طلاق کا مطلق حق حاصل ہے۔ اور یہی بات مرد کی فضیلت کے سلسلے میں بھی پیش کی جاتی ہے۔[15]

کہا جاتا ہے کہ عورتیں ناقصات العقل اور مغلوب الغضب ہوتی ہیں۔ لہٰذا انہیں حقِ علیحدگی دینا دیوانے کے ہاتھ میں بندوق دینے والی بات ہے۔ عورت ناقص العقل ہونے کی وجہ سے صحیح فیصلہ نہیں کر سکتی۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اسی دلیل کی بنا پر اسے شوہر کے انتخاب اور اپنی مرضی کی شادی کرنے سے بھی روکا جا سکتا ہے۔ آخر آپ اسے شوہر کے انتخاب کا حق اور اپنی مرضی سے نکاح کرنے کا حق کس طرح دیتے ہیں۔ کیا ناقص العقل ہونے کی وجہ سے وہ نکاح کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے؟ کیا عجیب بات ہے؟ اوپر پیش کردہ آیات میں ہم نے اس مؤقف کو اچھی طرح واضح کر دیا ہے کہ قرآن کی متعدد آیات میں نکاح کو ایک مقدس معاہدہ قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ کہ یہ معاہدہ صرف فریقین کی رضامندی کے ساتھ طے پا سکتا ہے۔ اس معاہدے کے تحفظ کی ذمہ داری مرد اور عورت دونوں کو سونپی گئی ہے۔ اگر **عقدۃ النکاح** صرف مرد کے ہاتھ میں ہے تو اللہ تعالیٰ مرد اور عورت دونوں سے اس تحفظ کا تقاضا کیوں کرتا اور دونوں کو اللہ کے مقرر کردہ حدوں کو قائم کرنے کی تاکید کیوں کی جاتی۔ **الذی بیدہ عقدۃ النکاح** کے الفاظ اس مقام پر اس حوالے سے وارد ہوتے ہیں جب ایک مرد اپنی منکوحہ کو تعلقِ زوجیت قائم کرنے سے پہلے چھوڑنے کا ارادہ کر لے جب کہ وہ اس کا مہر مقرر کر چکا ہو۔ ارشاد ہوا کہ جتنا مہر تم نے مقرر کیا ہے اس کا آدھا اس کو ادا کر دو۔ اِلّا یہ کہ وہ عورت خود معاف کر دے یا وہ مرد پورا ادا کر دے۔ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ آیت کا یہ حصہ دراصل ظاہر کرتا ہے کہ اس وقت مرد نے عورت کو طلاق دینے کا ارادہ کر لیا ہے۔ اور معاہدہ کے ایک فریق کی حیثیت سے اس کو اس بات کا حق بھی حاصل ہے۔ کہ وہ اس گرہ کو جب اور جس وقت چاہے کھول دے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس مرد کو جو خلوت سے پہلے طلاق دینا چاہے آدھا مہر ادا کرنے کا پابند کر دیا۔ مہر کی یہ ادائیگی محض عورت کی دل شکنی کا معاوضہ ہے۔[16] جو مرد کی طرف سے ادا کیا جائے گا (سوائے اس کے کہ عورت خود اسے معاف کر دے) یہ درحقیقت ایک (Compensation) ہے جو شریعت نے عورت کو دلوایا ہے اس وجہ سے کہ عورت پر بہر حال اس مرد کی منکوحہ ہونے کا داغ تو لگ گیا گو ان کے درمیان تعلقِ زوجیت قائم نہیں

ہوا۔ مذکورہ آیت میں مرد کو مقررہ مہر کا آدھا ادا کرنے کا پابند کیا گیا ہے البتہ یہ بھی فرمایا کہ عورت بھی اپنا حق چھوڑ سکتی ہے یعنی وہ لینے سے انکار کردے اور مرد پورا مہر جو مقرر کیا گیا تھا ادا کرسکتا ہے یعنی وہ مقررہ مہر میں کچھ بھی کم نہ کرے۔ مزید یہ فرمایا کہ اگر مرد اپنا حق معاف کردیتا ہے یعنی پورا مہر ادا کردیتا ہے تو یہ بات تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔

وحیدالدین خان اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ فیاضی اور خیر خواہی کا یہ برتاؤ دونوں اطراف سے ہونا چاہیے یعنی عورت یہ سوچے کہ جب کوئی تعلق قائم نہیں ہوا میں وہ آدھا مہر معاف کردوں اور مرد یہ خیال کرے کہ فیاضی کا تقاضا یہ ہے کہ میں پورا مہر ادا کردوں۔ دراصل جس بات کی طرف قرآن رہنمائی کرتا ہے وہ یہ ہے کہ وسیع الظرفی کا معاملہ دوستی کے وقت بھی ہو اور دشمنی کے وقت بھی۔ فیاضی اور وسعت کا یہی مزاج اسلام میں تمام معاملات میں مطلوب ہے۔ [۱۷]

ان تمام آیات میں دو باتیں واضح ہیں کہ نکاح شریعت کی نظر میں عورت اور مرد کے درمیان ایک مقدس معاہدہ ہے۔ اور دوسری یہ کہ عورت کو بھی نکاح کرنے اور اسے قائم رکھنے یا اس کو توڑنے کی اتنی ہی آزادی ہے جتنی کہ مرد کو۔ تیسری بات یہ کہ عقدِ نکاح کے بعد اللہ کی حدود کی نگرانی، ان کی پابندی، ان کی حفاظت مرد اور عورت کا یکساں فرض ہے۔ یقیناً یہی اسلام اور قرآن کی روح ہے۔ مگر انہی آیات سے یہ بھی ثابت کیا جاتا ہے کہ نکاح وطلاق کے معاملے میں عورت کا حق مرد سے کمتر ہے۔ عورت مرد کے تابع ہے۔ عورت محکوم ہے اور مرد حاکم ہے۔ مرد کو فضیلت حاصل ہے۔ نکاح کے بعد عورت پر مرد کو ملکیت حاصل ہو جاتی ہے اور پھر عملی زندگی میں ملکیت کے اس تصور نے عورت کو عام انسانی سطح سے بھی نیچے گرا دیا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی منشاء، اپنا پیغام انسانوں تک پہنچایا تو مرد اور عورت دونوں کو مخاطب کیا اور دونوں کو اس کا مکلّف بنایا۔ اور شریعت کے اجراء اور نفاذ کی ذمہ داری دونوں پر یکساں عائد کی۔ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ وہ دونوں مل کر اس کے دین کو نافذ کریں اور اس کے احکامات پر عمل کریں۔ لیکن اگر نکاح جیسے اہم مسئلے میں جس پر خاندان اور معاشرے کی حقیقی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ عورت کی آزادی اور پسند کو نہ مانا جائے اس کو مرد کا تابع بنا دیا جائے تو نہ خدا کی حکمت پوری ہوگی اور نہ صحیح معنوں میں اچھا صحت مند معاشرہ قائم ہوگا۔

کیا خدا کی یہ مشیت ہوسکتی ہے کہ عورتیں نکاح کے بعد مرد کی ملکیت میں دے کر غلام بنا دی جائیں پھر وہ کون سی مساوات اور کون سی شخصی آزادی ہے جس کا اسلام دعوے دار ہے؟

حوالہ جات

۱۔ تنزیل الرحمٰن، مجموعۂ قوانین اسلام، ج۱ص ۵۹،اسلام آباد، ۱۹۸۷ء

۲۔ جعفر شاہ پھلواروی، چند ازدواجی مسائل، ص۱۴۰، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۱۹۷۲ء

۳۔ القرآن: ۲۸۲:۲

۴۔ جعفر شاہ پھلواروی، چند ازدواجی مسائل، ص ۱۸

۵۔ القرآن: ۲۲۸:۲

۶۔ القرآن: ۲۲۹:۲

۷۔ القرآن: ۲۲۹:۲

۸۔ القرآن: ۲۳۰:۲

۹۔ امین احسن اصلاحی، تدبر القرآن، ج۱ص ۵۳۷، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۹۳ء

۱۰۔ القرآن: ۲۳۰:۲

۱۱۔ القرآن: ۲۳۰:۲

۱۲۔ القرآن: ۲۳۲:۲

۱۳۔ القرآن: ۲۳۵:۲

۱۴۔ القرآن: ۲۳۷:۲

۱۵۔ محمد شکیل اوج، تفویض طلاق۔ایک اہم عائلی مسئلہ، معارف، ص۲۳۔۳۴، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، جنوری ۲۰۰۷ء

۱۶۔ محمد علی، بیان القرآن، ج۱ص۱۴۲، لاہور، ۱۳۸۸ھ

۱۷۔ وحیدالدین خان، تذکیر القرآن، ج۱ص۱۰۱، فضلی سنز، کراچی

پروفیسر ڈاکٹر ریحانہ فردوس، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی سے وابستہ ہیں۔ان کے دفتور فلسفہ کا موضوع ''جنوبی ایشیا کے جدید مسلم مفکرین کا تعدد ازواج اور طلاق کے بارے میں آراء کا تحقیقاتی جائزہ ہے۔'' ان کا خصوصی دائرہ تحقیق ترقی نسواں، قرآنی تعلیمات، مذاہب کا تقابلی جائزہ اور قرآن میں خواتین کی حیثیت کے حوالے سے ہے۔